61

مومن اور کافر میں فرق

(فرمودہ ۲۸ر جولائی ۱۹۲۲ء)

حضور نے تشہد و تعوذ اور سورۂ فاتحہ اور **اومن کان میتا" فاحیینٰہ وجعلنا لہ نورا" یمشی بہ فی الناس کمن مثلہ فی الظلمت لیس بخارج منھا کذالک زین للکفرین ما کانوا یعملون** (الانعام ۱۲۳) کی تلاوت کے بعد فرمایا۔

دنیا میں ہر چیز اپنے ساتھ کچھ علامتیں رکھتی ہے۔ اور اگر وہ علامتیں نہ ہوں۔ تو تمام کارخانہ عالم درہم برہم ہو جائے۔ مثلاً موٹی علامت یہ ہے کہ خداتعالیٰ نے شکلوں میں اختلاف رکھا ہے۔ اگر سب انسانوں کی ایک سی شکل ہوتی۔ تو کس طرح بچے پہچانتے کہ ان کی مائیں کونسی ہیں۔ اور مائیں کس طرح اپنے بچوں کو پہچانتیں۔ خاوند اپنی بیوی کو نہ پہچان سکتا۔ اور بیوی اپنے خاوند کو نہ پہچان سکتی۔ اس طرح تمام دنیا کے کاروبار میں گڑ بڑ پڑ جاتی۔ چونکہ ہر بچہ کی شکل ایک سی ہوتی۔ اس لئے جب بچہ ماں سے جدا ہو جاتا تو پھر کوئی پتہ نہ لگتا کہ کدھر گیا ہے۔ اور جب بچہ جدا ہو جاتا تو اسے کوئی پتہ نہ لگتا کہ کون اس کی ماں ہے۔ اسی طرح جب عورتوں کی شکل ایک سی ہوتی تو بچہ کو کیونکر پتہ لگتا کہ فلاں میری ماں اور ماں کو کیونکر پتہ لگتا کہ فلاں میرا بچہ ہے۔ اسی طرح جب مردوں کی شکل ایک سی ہوتی اور جب عورتوں کی ایک سی تو مرد کس طرح پہچانتے کہ یہ ان کی بیویاں ہیں۔ اور بیویاں کس طرح پہچانتیں کہ یہ ان کے خاوند ہیں۔ اسی طرح یہ کس طرح معلوم ہو سکتا۔ کہ فلاں میرا بھائی ہے اور فلاں دشمن۔ ایک نے کسی کو مارا جب تک مارتا رہا اس وقت تک تو معلوم ہوا کہ یہ دشمن ہے۔ لیکن وہ آنکھوں سے اوجھل ہو جاتا پھر پتہ نہ رہتا کہ کون تھا۔ لیکن شکلوں کا مختلف ہونا ایسی علامت ہے کہ اس سے انسان پہچان سکتا ہے کہ یہ دشمن ہے اور یہ دوست پھر شکلوں کے علاوہ رنگوں کا فرق خدا نے رکھا ہے۔ رنگ بھی شناخت میں مددگار ہوتے ہیں۔ لوگ تو کالے، گورے، زرد، سرخ وغیرہ انسانوں کے رنگوں کے نام رکھتے ہیں۔ لیکن اگر دیکھا جائے۔ تو ہر آدمی کا رنگ دوسرے سے جدا ہوتا ہے۔ نہ سارے کالے ایک سے کالے ہوتے ہیں اور نہ سارے

گورے ایک سے گورے۔ نہ سارے زرد ایک سے زرد ہوتے ہیں نہ سارے سرخ ایک سے سرخ ہوتے ہیں۔ ان میں باریک فرق بھی ہوتے ہیں۔ اور کھلے فرق بھی۔ لیکن بہرحال ایک رنگ کے دو انسان نہیں ہوتے کچھ نہ کچھ فرق ان کے رنگوں میں ضرور ہوتا ہے۔ تو رنگ بھی علامتیں ہیں جن سے پہچانا جاتا ہے۔

پھر ہم دیکھتے ہیں۔ رنگوں سے اور طریق سے بھی پہچانا جاتا ہے۔ اگر آدمی کا رنگ نہ پہچانا جا سکے تو اور بھی رنگ خدا نے بنائے ہیں۔ جو پہچاننے میں مدد دیتے ہیں۔ یوں تو چھ سات ہی رنگ ہیں۔ مثلاً کالا' نسواری' زرد' سبز' سفید' سرخ وغیرہ جو مرد استعمال کرتے ہیں۔ عورتوں کے استعمال میں زیادہ رنگ آتے ہیں۔ لیکن مردوں کے یہ چند رنگ ہیں۔ مگر کروڑوں آدمی ہیں جن میں ان رنگوں کی وجہ سے امتیاز کیا جا سکتا ہے۔ ان رنگوں میں سے کوئی ہلکا استعمال کرتا ہے۔ کوئی زیادہ۔ کسی کی پگڑی اور رنگ کی ہوتی ہے کسی کی قمیص اور رنگ کی۔ کسی کا پاجامہ اور رنگ کا ہوتا ہے۔ کسی کا کوٹ اور رنگ کا اور جتنے آدمی یہاں بیٹھے ہیں۔ اگر انہی کو دیکھا جائے تو جو رنگ انہوں نے استعمال کئے ہیں۔ وہ پانچ سات ہی ہونگے۔ مگر پھر بھی ان میں فرق ہوگا۔ اور اس سے ہر ایک الگ الگ پہچانا جا سکتا ہے پھر پہچاننے کی اور علامتیں ہیں مثلاً بیٹھنے' چلنے' کھڑے ہونے کی طرز ہی ہوتی ہے کوئی شخص دور جا رہا ہو تو اس کی چال دیکھ کر معلوم کر لیا جاتا ہے کہ فلاں ہے۔ پھر آوازوں میں فرق ہے غرض اتنے فرق ہیں۔ جن کے ذریعہ انسانوں کو پہچانا جاتا ہے۔ اور ان کے علاوہ ایسے معمولی معمولی فرق بھی ہیں کہ اگر پوچھو فلاں فلاں میں کیا فرق ہے۔ تو اکثر آدمی نہیں بتلا سکیں گے۔ لیکن ان کی آنکھیں' کان اور چھونے کی قوت جب عمل میں لائی جائے گی تو بتا دیں گے کہ ان میں فرق ہے یہ فلاں ہے اور یہ فلاں۔

یہ تو میں نے بڑی چیزوں کے متعلق بتایا ہے۔ چھوٹی چیزوں کے متعلق بھی دیکھ لو۔ ان میں بھی فرق ہوتا ہے۔ زمین دار دانوں کو دیکھ کر بتا سکتا ہے کہ ان میں فرق ہے یہ اچھے ہیں اور یہ خراب۔ سبزی فروش سبزی کو دیکھ کر بتا سکتے ہیں کہ یہ اچھی ہے اور یہ بری۔ میوے والے میووں کو دیکھ کر بتا سکتے ہیں کہ یہ اچھے ہیں اور یہ برے۔ تو نہ صرف اپنے متعلق بلکہ دوسری چیزوں کے متعلق بھی انسان فرق جانتا اور ان کو پہچان سکتا ہے۔ ورنہ اگر آم اور خربوزے کی شکل مختلف نہ ہوتی تو جب آم کو دل چاہتا انسان ساری دنیا کے میووں کو کھاتا تب آم کو معلوم کر سکتا۔ مگر ہم کہتے ہیں مزا بھی تو ایک علامت ہے۔ اگر یہ بھی سب میووں کا ایک سا ہوتا تو پھر کس طرح کوئی آم کو پہچان سکتا کہ یہ آم ہے۔ اور کس طرح خربوزے کو معلوم کر سکتا کہ یہ خربوزہ ہے۔ پھر ڈاکٹر کو پتہ نہ لگ سکتا کہ سنکھیا کیا ہے۔ اور کونین کیا۔ ایک کو تپ کی دوا کے طور پر کونین دینی ہے۔ لیکن چونکہ سنکھیا اور

کونین کی شکل ایک سی ہوتی ہے اس لئے سنکھیا دے دیتا۔ اور کتے کو مارنے کی ضرورت ہوتی تو کونین دے دیتا۔

لیکن یہ علامتیں ہی ہیں جن سے ایک دوسری چیز میں امتیاز کیا جاتا ہے۔ اور ایسا امتیاز کہ کوئی دو چیزیں ایک سی نہیں ہو سکتیں۔ باپ بیٹے میں بڑا تعلق ہوتا ہے۔ مگر وہ بھی الگ الگ پہچانے جاتے ہیں۔ ماں بیٹی میں بھی فرق ہوتا ہے۔ بڑی بڑی شکلیں ملتی ہیں۔ مگر جن کی شکلیں حد سے زیادہ ملتی ہیں ان میں بھی فرق ہوتا ہے۔ پس بات یہ ہے کہ کوئی چیز علامت کے بغیر نہیں۔ جب یہ بات ہے تو سوال پیدا ہوتا ہے کہ جو سب سے قیمتی چیز ہے یعنی ایمان۔ کیا وہی بے علامت ہے؟ خربوزہ کو دل چاہتا ہے تو انسان جاتا ہے اور پہچان لیتا ہے۔ گندم خریدنا چاہتا ہے تو جاتا ہے اور پہچان لیتا ہے۔ یہ نہیں کہ چنے اور گندم کی شکل ایک جیسی ہو۔ گندم اور چنے میں امتیاز نہ کر سکتا ہو۔ اسی طرح ماش خریدنا چاہتا ہے تو جاتا ہے اور پہچان لیتا ہے۔ یہ نہیں کہ ماش اور چنے کی شکل ایک جیسی ہو۔ اب جبکہ خدا نے گیہوں' جو' چنے آم خربوزہ کے پہچاننے کے لئے علامتیں رکھی ہیں۔ آدمیوں کے لئے علامتیں رکھی ہیں۔ تو کیا اگر نہیں رکھیں تو ایمان کے لئے ہی نہیں رکھیں جو سب سے زیادہ ضروری اور قیمتی چیز تھی۔ کبھی عقل اس بات کو تسلیم نہیں کر سکتی کہ خدا نے ہر چیز کی علامت رکھی ہو مگر ایمان کے لئے کوئی علامت نہ رکھی ہو۔ درحقیقت انسان کا ذہن اس بات کو سوچ ہی نہیں سکتا۔ اور اس کا دماغ اس بات کو برداشت ہی نہیں کر سکتا۔ کہ ایسا ہو سکے۔ کجا یہ کہ ایسا ہو۔

خداتعالیٰ فرماتا ہے **اومن کان میتا" فاحییناہ وجعلنا لہ نورا" یمشی بہ فی الناس کمن مثلہ فی الظلمت لیس بخارج منہا کذالک زیّن للکفرین ما کانوا یعملون** (الانعام ۱۲۳) فرمایا کوئی عقل کی بات کرو۔ کوئی انسان اس بات کو تسلیم کر سکتا ہے کہ ایک شخص جس میں ایمان ہو اور ایک جس میں کفر۔ ان کی ایک جیسی شکلیں ہوں اور ان میں کوئی فرق نہ ہو۔ موٹی موٹی چیزوں میں تو فرق ہو۔ اور ان کو پہچاننے کی علامتیں ہوں۔ لیکن جو اعلیٰ سے اعلیٰ ہے۔ اس کی شناخت کا ذریعہ نہ ہو۔ اگر اس کی شناخت نہ ہو سکے گی تو کوئی اسے حاصل کس طرح کرے گا۔ اب گیہوں کی ضرورت ہے تو چونکہ اسے پہچانتے ہیں اس لئے لے آتے ہیں۔ لیکن اگر گیہوں کو نہ پہچانتے تو پھر کس طرح لیتے۔ دنیا کی ساری چیزیں خریدتے تب کہیں گیہوں ملتی۔ اسی طرح اگر ایمان کی شناخت کی کوئی علامت نہیں رکھی گئی تو اس کے لئے انسان سارے مذہب قبول کرتا تب اسے ایمان کا پتہ ملتا۔ کبھی وہ عیسائی ہوتا۔ اس میں ایمان نہ ملتا تو جینی بنتا۔ پھر بدھ بنتا۔ اسی طرح ہزاروں لاکھوں جو مذہب ہیں انہیں اختیار کرتا۔ انہیں چکھتا۔ جیسے بہت سے شربت پڑے ہوں مگر ان کی خوشبو اڑ گئی ہو تو ہر ایک کو چکھ کر کوئی ایک شربت معلوم کیا جا سکتا ہے۔ اسی طرح وہ

بھی روز مذہب بدلتا اور اس طرح ایمان کو تلاش کرتا اور اسے کچھ نہ ملتا۔ اور ممکن ہوتا کہ اس کا پتہ تو مل جاتا۔ لیکن جب اس پر عمل کرنے کا زمانہ آتا تو مرجاتا۔ تو اس طرح انسان کی حالت خطرہ میں ہوتی۔ اور یہ اللہ تعالیٰ کی شان سے بعید ہے اس لئے فرمایا۔ یہ نہیں ہو سکتا کہ ایک جو مردہ ہو اور خدا اسے زندہ کرے (ایمان کی علامت یہ ہے کہ انسان زندہ ہو جاتا ہے) اور ایک اندھیرے میں دکھ اور تکلیف میں ہو۔ یہ دونوں برابر ہوں۔

ظلمات کے معنی موت کے بھی ہیں۔ کہ قبر میں جب انسان جاتا ہے تو تاریکی میں ہوتا ہے۔ اس آیت سے مراد یہ ہے کہ ایک جو مردہ تھا اسے زندہ کر دیا۔ اور ایک ایسے اندھیرے میں جا پڑا جہاں سے نکل نہیں سکتا یعنی وہ مرگیا۔ اور قبر میں دفن ہے۔ ایک کی تو یہ حالت ہے اور دوسرے کی یہ ہے کہ اس کے ہاتھ میں شمع ہے۔ جس سے وہ آپ ہی روشنی میں نہیں ہے بلکہ دوسروں کو بھی روشنی دکھاتا ہے۔ کیا یہ دونوں برابر ہو سکتے ہیں۔ کوئی بھی دنیا میں ایسا انسان نہیں ہوتا جو یہ کہے کہ ایک ایسا شخص ہو جس کے ہاتھ میں مشعل ہو۔ جس سے اندھیری رات میں لوگوں کو رستہ دکھائے۔ اور ایک ایسا ہو جو مٹی میں دفن ہو۔ کیا یہ دونوں برابر ہیں۔ ایک بچہ بھی جو ابھی بولنے لگا ہو وہ بھی ان میں فرق کر سکے گا۔ اگر اسے کہو کہ یہ آدمی تمہیں گھر چھوڑ آئے یا یہ قبر والا۔ تو وہ یہی کہے گا کہ یہ آدمی چھوڑ آئے۔ پس جس طرح ان میں فرق ہے۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے اسی طرح مومن اور کافر میں فرق ہے۔

مردہ اور زندہ میں کیا فرق ہوتا ہے۔ یہ کہ زندہ ترقی کرتا ہے۔ اور مردہ تنزل کرتا ہے۔ دوسرا فرق یہ ہے کہ مردہ کو اگر کوئی نقصان پہنچائے تو اسے دور نہیں کر سکتا۔ لیکن زندہ اپنے نقصان کے علاوہ دوسروں کے نقصانوں کو بھی دور کر سکتا ہے۔

مومن اور کافر میں بھی یہی فرق ہوتا ہے۔ کافر کی حالت نہیں بدلتی اگر بدلے تو برائی کی طرف ہی جاتی ہے۔ جیسے مردہ کی حالت بدلے گی تو بدبو ہی پیدا ہوگی۔ مگر زندہ ترقی کرتا ہے اور مردہ گرتا ہے۔ فرمایا یہی حالت مومن اور کافر کی ہوتی ہے۔ مومن ترقی کرتا ہے اور کافر گرتا ہے۔ پھر یہ فرق ہے کہ کافر اپنے آپ کو بھی نقصان سے نہیں بچا سکتا۔ مگر مومن دوسروں کو بھی بچاتا پھرتا ہے۔ کافر کے گرنے کی یہ حالت ہوتی ہے کہ کل اگر اس کے اخلاق برے تھے۔ تو آج اور بدتر ہوں گے کل اگر اس نے اسلام قبول نہیں کیا تو آج بھی اسلام قبول کرنے سے دور ہوگا۔ مگر مومن کا تعلق خدا تعالیٰ سے روز بروز بڑھتا جاتا ہے کوئی لمحہ نہیں گذرتا کہ پہلے کی نسبت اور خدا تعالیٰ کے نزدیک نہ ہوتا ہو۔ یہ مومن اور کافر میں فرق ہے۔ خدا تعالیٰ ایک اور فرق مومن اور کافر میں یہ بیان کرتا ہے کہ وجعلنا له نورا" خدا تعالیٰ کی طرف سے اس کو نور ملتا ہے۔ علاوہ اس کے کہ وہ خود

لوگوں کی مدد کرتا ہے۔ خدا تعالیٰ کی طرف سے ایسے سامان پیدا ہو جاتے ہیں کہ وہ لوگوں کو ظلمت سے نکال کر نور کی طرف لا سکتا ہے۔ اس کو ایسا دماغ مل جاتا ہے کہ باریک سے باریک اور مخفی سے مخفی باتیں اس پر کھلتی جاتی ہیں۔ کوئی معمہ نہیں ہوتا۔ جسے وہ حل نہ کر لے۔ اور کوئی مشکل نہیں ہوتی جو اسے ہراساں کردے۔ کیونکہ خدا کی طرف سے اسے نور ملتا ہے۔ پھر نور کو لیکر الگ تھلگ نہیں بیٹھ رہتا بلکہ **یمشی بہ فی الناس** اس کو لیکر لوگوں میں چلتا پھرتا ہے تو یہ تین باتیں مومن میں پیدا ہو جاتی ہیں۔ اول یہ کہ وہ ترقی کرتا ہے۔ دوم یہ کہ لوگوں کو فائدہ پہنچاتا ہے۔ سوم یہ کہ خدا کی طرف سے اسے ایسے سامان دئے جاتے ہیں کہ جو اس کی مدد کرتے ہیں۔ جب کوئی کام کرنے لگتا ہے تو فوراً خدا کی طرف سے مدد پہنچتی ہے۔

اگر یہ باتیں کسی میں پائی جاتی ہیں۔ تو خدا تعالیٰ فرماتا ہے اس میں ایمان ہے۔ اور اگر نہیں پائی جاتیں تو ایمان نہیں۔ درمیانی کوئی رستہ ہی نہیں۔ یا تو انسان مومن ہوگا یا کافر۔ زندہ ہوگا یا مردہ۔ ہاں جس طرح زندگی میں فرق ہوتا ہے کسی کی اعلیٰ ہوتی ہے کسی کی ادنیٰ۔ اسی طرح کوئی اعلیٰ درجہ کا مومن ہوتا ہے کوئی ادنیٰ درجہ کا۔ کوئی بڑا کافر ہوتا ہے کوئی چھوٹا۔ جس طرح مردوں میں بھی فرق ہوتا ہے کوئی تازہ مرا ہوتا ہے کوئی دیر کا۔ اب میں دوستوں سے سوال کرتا ہوں کہ یہ جو علامتیں ہیں اور جن کے متعلق خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ کہ ان کا فقدان کفر ہے۔ یہ ان میں پائی جاتی ہیں یا نہیں۔ یعنی اول یہ ہے کہ ان میں نمو اور ترقی کی طاقت ہے؟ اور ان کا قدم آگے بڑھتا ہے؟ دوسرے وہ مردہ کی طرح تو نہیں پڑے رہتے۔ بلکہ دنیا میں کام کرنے والے ہیں۔ یہ علامت معلوم کرنے کے لئے اس بات پر غور کرو کہ تم واقع میں ایسے ہو۔ کہ کچھ کام کرتے ہو یا ایسے ہو کہ مرجاؤ۔ تو کسی کو تمہارا خیال بھی نہ ہو۔ ایک شاعر نے دنیا میں مفید زندگی بسر کرنے کا نقشہ اس طرح کھینچا ہے ہے۔

انت الذی ولدتک امک باکیاً **والناس حولک یضحکون سروراً**

فاحرص علی عمل تکون اذا بکواً **فی وقت موتک ضاحکاً مسروراً**[1]

کہ جب تو پیدا ہوا تھا۔ ماں نے تجھے جنا تھا۔ تو تو رو رہا تھا بچہ جب پیدا ہوتا ہے تو چونکہ تنگ جگہ سے نکلتا ہے اس کے سر اور جسم پر دباؤ پڑتا ہے اس لئے روتا ہے۔ شاعر کہتا ہے تو وہ تھا کہ جب پیدا ہوا تھا تو رو رہا تھا۔ اور لوگ اس موقع پر ہنس رہے تھے کہ لڑکا پیدا ہو گیا۔ ایسی حالت میں تیری پیدائش ہوئی تھی۔ اب تو ایسے عمل کر کہ جب تو مر رہا ہو تو خوش ہو کہ خدا سے ملنے چلا ہوں اور لوگ رو رہے ہوں کہ اس سے جو فوائد پہنچ رہے تھے ان سے محروم ہو گئے۔ یہ تیرا بدلہ ہے۔ جب تو پیدا ہوا تھا تو روتا تھا اور لوگ ہنستے تھے۔ اب ان سے بدلہ لے اور وہ اس طرح کہ ایسے اچھے عمل

کر کہ جب مرنے لگے تو دنیا تم پر روئے کہ اب کیا ہو گا مگر تو ہنس رہا ہو کہ خدا کے پاس جا رہا ہوں۔
حیات کی علامت یہی ہے کہ کام کرنے والی چیز اپنی جگہ سے ہل جائے تو نقص پیدا ہو جاتا ہے۔ مثلاً یہ ستون ہے (مسجد اقصیٰ کے برآمدے کا ایک ستون) جو کام دے رہا ہے۔ اس کے ساتھ اگر ایک اور لکڑی کھڑی کر دی جائے تو وہ بھی کھڑی تو نظر آئے گی۔ لیکن اگر اسے ہٹا دیا جائے۔ تو کوئی نقص نہیں واقع ہو گا اور اگر اس ستون کو ہٹایا جائے تو نقص پیدا ہو جائے گا۔ تو کام کرنے والے کی یہ علامت ہوتی ہے کہ اگر اسے ہٹا دیا جائے تو نقص پیدا ہو جائے۔ جب تک نیا آدمی اس کام کو سنبھال نہ لے۔ یہ قوت فعلیہ ہوتی ہے۔

تیسری بات یہ ہے کہ خدا کی طرف سے مدد آجائے۔ چونکہ خدا تعالیٰ نے فرمایا ہے **فاحییناہ** ہم نے اس کو زندہ کیا۔ اس لئے اسے مدد بھی وہ خود ہی دیتا ہے۔ خواہ ساری دنیا مخالف ہو وہ اپنا رستہ پالیتا ہے کیونکہ اس کے پاس خدا کی دی ہوئی روشنی ہوتی ہے یا ساری دنیا ڈوب رہی ہو وہ اس شمع کی روشنی سے محفوظ ہوتا ہے۔ اور دوسروں کو محفوظ کرتا ہے۔ جیسے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم۔ یہ روشنی ہر مومن میں حسب مراتب ہوتی ہے۔

دیکھو آم کے لئے جس طرح گٹھلی۔ رس اور چھلکا ہونا ضروری ہے اسی طرح ایمان کے لئے ان تینوں باتوں کی ضرورت ہے۔ آگے جس طرح بڑے آم کا بڑا چھلکا۔ زیادہ رس اور بڑی گٹھلی ہوتی ہے۔ اسی طرح جس میں زیادہ ایمان ہو گا یہ باتیں بھی زیادہ پائی جائیں گی۔ لیکن ایمان کے لئے ہونی ضروری ہیں کہ خدا سے تعلق بڑھ رہا ہو۔ کچھ نہ کچھ کام کا سہارا اس پر ہو۔ خدا کی تائید خواہ تھوڑی ہی ہو۔ مگر ہو ضرور۔ زیادہ روشنی اچھی ہوتی ہے۔ لیکن تھوڑی بھی کام دے دیتی ہے۔

پس یہ تینوں علامتیں خواہ تھوڑی ہوں مگر ہونی چاہیں۔ میں دوستوں کو توجہ دلاتا ہوں کہ وہ دیکھیں کیا یہ ان میں پائی جاتی ہیں یا نہیں۔ اگر کسی میں نہیں تو سمجھے کہ وہ کفر کے زیادہ قریب ہے بہ نسبت ایمان کے۔ اور اگر پائی جاتی ہیں تو ان میں اور ترقی کرے۔ خدا تعالیٰ ہمیں توفیق دے کہ ہم ایمان کی یہ علامتیں پیدا کریں۔ اپنا نور اور روشنی دے جس سے ہم فائدہ اٹھائیں۔

(الفضل ۳ر اگست ۱۹۲۲ء)

۱؎ مجانی الادب بحوالہ دروس الادب ص۹۰